ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 04 No. 01. July-September 2025.Page#.3440-3445
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Beginning of Idolatry in Arabian Peninsula: An Analytical Study

حجازِ عرب میں بت پرستی کی ابتداء کا تجزیاتی مطالعہ

Mian Swaiz Nadeem
Ph.D. Research Scholar, Department of Islamic Thought, History & Culture, AIOU, Islamabad.
Email: Sawaiz96@gmail.com
Dr. Hafiz Tahir Islam
Assistant Professor, Department of Islamic Thought, History & Culture, AIOU, Islamabad.
Email: tahir.islam@aiou.edu.pk
Muhammad Riffat Khan
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, Kohat University of Science and Technology, Kohat

ABSTRACT

Arabian Peninsula has a rich history, not only famous for Islam but also it has a deep history for Abrahamic Religions. One of the sons of Abraham was known as Ismael. He led his tribe in Makkah and around the several areas of Arab. People were performing Hajj and the other religious obligations perfectly. After some times, the people of Arab forgot the teachings of Abraham and his son Ismael. Idol worship was introduced and promoted by Amr Bin Luhai,a profound leader of Arab. He took some of the idols from Syria and came back to Makkah and called the people to worship these idols. After this, Medina, Taif and several more places adopted idolatry. Every tribe created his own personal Idol to worship. This idol worship is identical to the Hinduism. Both the Cultures adopted the idol worship, but both of them are agreed that they don't worship idols but instead they believe the idols a source of pray to God. This article discuses about the beginning of Idolatry in Araba before the Prophet Muhammad (SAW).

***Keywords**: Idol worship, Makkah, Arab, Abraham.*

تمہید

سرزمین عرب بالخصوص مکہ اور مدینہ تمام مسلمانوں کے لیے مقدس مقامات ہیں۔ اہل اسلام ان مقدس مقامات سے دل وجاں سے محبت کرتے ہیں ۔ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند حضرت اسماعیلؑ کی اولاد مکہ اور پھر دیگر بلاد عرب میں پھیلی۔ اس وقت مکہ میں قبیلہ جرہم کی حکمرانی تھی اور مختلف قبائل بھی مکہ اور اطراف مکہ میں آباد تھے۔ مدینہ، طائف اور نخلہ کے مقامات بھی تہذیب وتمدن کے اعتبار سے خاص اہمیت رکھتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے اہل عرب کو توحید کے ساتھ ساتھ خانہ کعبہ کا حج کرنے کی بھی دعوت دی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی کرنا، خانہ کعبہ کا طواف اور صفامروہ کی سعی وغیرہ دیگر امور دین ان کو سیکھائے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا اور لوگ توحید پر کاربند اور ردین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہی کیے ہوئے تھے۔ مُرورزمانہ ان کے عقائد واعمال میں بدعات کی ترویج ہوئی۔ بعثت نبوی ﷺ مکہ میں ہوئی۔ اہل عرب اس وقت اپنے تاریک ترین دور سے گزر رہے تھے۔ البتہ ان میں فراست، شجاعت، سخاوت، مہمان نوازی، فصاحت وبلاغت، ایفائے عہد، غیرت جیسے اوصاف حد درجہ موجود تھے۔ لیکن ان اوصاف حمیدہ کے ساتھ ساتھ ان میں قتل وغارت، لوٹ مار، راہ زنی ، جوا، شراب، زنا، چوری جیسے رزیل اوصاف بھی موجود تھے۔ اسی طرح مشرکانہ عقائد اور اعمال میں بدعات جن میں بت پرستی سرفہرست تھی کاربند تھے۔

حضرت اسماعیلؑ نے مکہ میں پرورش پائی اور مکہ کو آباد کیا۔ ان کی اولاد کی تعداد جب زیادہ ہوئی تب انہوں نے اطراف مکہ کا رخ کیا اور مرور زمانہ پورے عرب میں پھیل گئے۔ بیت اللہ کی تعظیم، طواف، صفامروہ کی تعظیم حج اور عمرے، عرفات، منیٰ اور مزدلفہ کا وقوف، یہ سب دینی ابراہیمی یا دینِ حنیف کی باقیات ان میں جارے تھے۔ اسی لیے ان کے تلبیہ میں لبیک اللّٰھم لبیک کی سدا پائی جاتی ہے۔[1] یہاں ایک امر کی وضاحت فائدہ سے خلی نہیں وہ یہ کہ اہل حجاز یا بنو اسماعیل در حقیقت اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق ومالک تصور کیا کرتے تھے، اور لفظ اللہ کو "اللہ " ہی پکارتے تھے۔ لیکن ان بتوں کی پوجا وسیلے اور تقرب الی اللہ کی خاطر کیا کرتے تھے۔ [2]یہی نظریہ ہندوؤں کا رہا ہے۔ ہندو بتوں کو خدا یا بر ہم تصور نہیں کرتے یہ بھی وسیلہ ہی مانتے ہیں۔

یہاں ایک اہم مسئلہ یہ بھی قابل غور ہے قوم نوحؑ کے بت دومۃ الجندل میں زمانہ قدیم سے ہی موجود تھے۔ اور اہل عرب کے مختلف قبائل مثلاً بنی کلب، ہذیل، مذحج اور ہمدان ان بتوں کو بوجتے رہے ہیں۔[3] دومۃ الجندل کا علاقہ اغلباً قوم نوح کا مسکن رہا ہے، اسے لیے وہاں ان بتوں کو بھی پوجا جاتا تھا۔ مولانا صفی الرحمن نے قوم نوح کے بتوں سے متعلق یہ بھی نقل کی ہے کہ یہ بت دراصل جدہ میں مدفون تھے ان کو عمر بن لحی نے شیطان کے کہنے پر نکالا۔ لیکن دومۃ الجندل اور جدہ میں بہت دوری پائی جاتی ہے۔ دوم یہ کہ اگر یہ بت اہل حجاز کو اتنے قریب ہی دریافت ہو جاتے تو وہ ہبل، لات وعزیٰ کے بجائے ان کی پوجا کو ترجیح دیتے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ یہ بھی منقول ہے کہ عمر و بن لحی نے شام میں بت پراستی کو دیکھ کر عرب یا اہل حجاز میں بتوں کو متعارف کروایا۔ لیکن یہ بات بھی طے ہے کہ عرب بائدہ جو بالکل ناپید ہو چکے ہیں، یعنی عاد، ثمود، اور دیگر قبائل عرب اسی ملک شام میں رہتے تھے۔ اصل بات اس تحقیق سے یہ سامنے آتی ہے کہ اہل حجاز میں بت پرستی کی ابتداء عمرو بن لحی نے کی اور ملک شام میں پہلے سے قوم نوح کے بت دریافت ہو چکے تھے اور ان کی جامد پوجا کی جاتی تھی۔[4]

عَمرو بن لُحی الخُزاعی

اہلِ حجاز اور اور دیگر ملحقہ علاقہ عرب میں بت پرستی کے حوالے سے مورخین وسیرت نگاروں نے اس بات کی صراحت کی ہے مکہ اور اطراف مکہ میں بت پرستی کی ابتداء عَمرو بن لُحی الخُزاعی نے شروع کی۔ عمرو بن لحی نے بنو اسماعیل کے ساتھ مل کر بنی جرہم سے جنگ لڑئی اور ان کو مکہ سے نکال دیا اور خود خانہ کعبہ کا متولی بن گیا۔ عمر بن لحی کو عرب عزت وشرف کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ فہم وفراست کے ساتھ ساتھ یہ انتہائی درجہ کا مہمان نواز بھی تھا۔ کہاجاتا ہے کہ حج کے موسم میں دس ہزار اونٹ ذبح کرتا تھا اور دس ہزار خلعتیں (لباس) پہناتا تھا۔ اہل عرب اس کی منہ سے نکلی ہوئی ہر بات پر لبیک کہتے اور اس کی تمام بدعات کو مان جاتے۔ بلکہ مورخین نے اس کو عربوں کا خدا اقرار دیا ہے۔[5]

بت پرستی کی ابتداء

عَمَرو بن لحی ایک دفعہ بیمار ہوا (بعض نے کہا ہے کہ شام گیا) اور مرض شدید میں مبتلاء ہوا۔ تو اس کو بتایا گیا کہ بلقاء کے علاقہ میں ایک چشمہ ہے جس کے پانی میں شفاء ہے تم وہاں جاکر اس پانی سے غسل کر لو شفایاب ہو جاؤ گے۔ عمرو بلقاء پہنچا اور اس پانی سے غسل کیا تو صحت یاب ہو گیا۔ بلقاء میں عمرو نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بتوں کی پرستش کر رہے ہیں۔ عمرو نے دریافت کیا کہ تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ ہم ان کے ذریعے بارش کا پانی طلب کرتے ہیں اور دشمن پر فتح حاصل کرتے ہیں۔ عمرو نے بھی ایک بت کی خواہش ظاہر کی ۔ عمرو وہاں سے ایک ہُبُل نامی بت مکہ لے کر آیا اور خانہ کعبہ کے ارد گرد نصب کیا [6]۔ (بعض نے کہا کہ ہبل بت کو خزیمہ بن مدرکہ نے نصب کیا اس لیے اسے ہبل خزیمہ کہا جاتا ہے[7]) بعض نے کہا کہ خانہ کعبہ کے اندر نصب کیا[8]۔ عمرو نے لوگوں کو اس کی پوجا کی دعوت دی اور اسی دن سے اہل عرب میں میں بت پرستی کا آغاز ہوا۔ علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں کہ: "هو أوّل من غيّر دين إسماعيل وعبد الأوثان وأمر العرب بعبادتها"[9] "یعنی عَمر بن لحی پہلا شخص ہے جس نے دین اسماعیل میں تغیر کیا اور بتوں کی عبادت شروع کی اور اہل عرب کو بھی بتوں کی عبادت کا حکم دیا۔"

دین ابراہیمی میں تغیر

بت پرستی کے ساتھ ساتھ عمرو بن لحی نے دین ابراہیمی میں تغیرات بھی کیے مثلاً بتوں کے نام پر قربانیاں جن میں مختلف جاوروں کو بتوں کے نام پر قربان کرنا شروع کیا۔ ان جانوروں کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا تھا، سائبہ اور بحیرہ۔ سائبہ اس جانور کو کہتے جس کو کسی بت کے نام پر چھوڑ دیا جاتا اور نہ اس پر سواری کرتے نہ سامان لادتے۔ بحیرہ اس جانور کو کہتے جس کا دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا جاتا اس کے کان نشانی کے لیے کتر دیتے تھے۔ [10]اسی طرح شیطان کے بہکانے پر تلبیہ میں بعض شرکیہ الفاظ کا اضافہ بھی کیا[11]۔ عمرو بن لحی تین سو چالیس سال زندہ رہا۔ اس کے بعد اس کی اولاد پانچ سو سالوں تک بیت اللہ کے متولی رہے۔[12]

پانچ مشہور بت اور عمرو بن لحی

حضرت آدمؑ اور نوحؑ کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس طویل عرصے میں پانچ نیک بزرگ گزرے تھے جن کے نام ود، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے۔ ان بزرگوں کے ناموں پر شیطان نے لوگوں کو ان کے متشکل بت بنا کر دیے اور لوگوں کو ان کی عبادت کی دعوت دی۔ اس طرح یہ بت پرستی حضرت نوح علیہ السلام کے دور تک پہنچی۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں بیان ہوا ہے ارشاد باری تعالی ہے کہ:

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾[13]

"اور اپنے آدمیوں سے کہا کہ: اپنے معبودوں کو ہرگز مت چھوڑنا۔ نہ ود اور سواع کو کسی صورت چھوڑنا اور نہ یغوث، یعقوق اور نسر کو چھوڑنا"۔ ان پانچ بتوں کی حضرت نوحؑ کی قوم پوجا کرتی تھی۔

سیرت حلبیہ کا بیان ہے کہ عمرو بن لحی کے ساتھ ایک جن تھا جس نے اسے ان پانچ بتوں کے بارے میں بتایا اور وہ ان کو کھود کر لایا ان کو مختلف قبائل کے حوالے کیا[14]۔ یعنی قوم نوحؑ کے پانچ بتوں کو دریافت کرنے والا بھی عمرو بن لحی تھا۔ صحیح البخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

«رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ بْنِ لُحَيٍّ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ [15]

"عمرو بن لحی کو میں نے جہنم میں دیکھا تو وہ اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا اس نے سب سے پہلے سانڈ چھوڑنے (بتوں کے نام پر جانور چھوڑنے) کی رسم نکالی"۔

اہل عرب کے مشہور بت

اہل عرب مختلف بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ ہر قبیلہ کا اپنا اپنا بت ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح بڑے شہروں یا علاقوں کے اجتماعی طور پر بڑے بت بھی ہوا کرتے تھے۔ ان بتوں سے وہ حاجت روائی و مشکل کشائی کیا کرتے تھے۔

ہُبل

یہ بت سب سے پہلے عَمَرو بن لحی مکہ لے کر آیا تھا۔ اہل مکہ کا سب سے بڑا بت یہی ہُبُل تھا۔ یہ بت ایک انسانی شکل کا تھا۔ ہبل عقیق پتھر کا بنا ہوا تھا۔ اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا تو قریش نے اس کی جگہ سونے کا ہاتھ بنا کر لگا دیا۔ اہل جاہلیت میں فال گیری بھی عام تھی۔ فال کے تیر مختلف کاموں کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔ یہ ایک قسم کا جوا تھا۔ فال کے مختلف تیروں پر نعم اور لا لکھے ہوتے تھے۔ کسی کام کی یا کسی سفر کی خواہش ظاہر کرتے تو ایک تیر نکالتے اور اگر تیر نعم کا نکلتا تو وہ کام انجام دیتے اور اگر لا کا نکلتا تو وہ کام نہ کرتے۔ یہ فال کے تیر ہبل بت کے پاس بکثرت پائے جاتے۔ اسی طرح ہبل بت کے پاس سات مختلف کاموں کے لیے تیر رکھے ہوئے تھے۔ ان کو ایک تیر صریح (تم میں سے) اور دوسرا ملصق (غیر کے ساتھ ملحق) ہوا کرتا تھا۔ ان تیروں کو استعمال وہ تب کرتے جب ان کو اپنے نسب پر شک ہوتا، اگر صرح کا تیر نکلتا تو مولود کو باپ کی طرف ہی منسوب کرتے اور اگر ملصق کا نکلتا تو مولود کو حرامی ٹھہراتے۔[16] میت اور شادی بیاہ کے لیے بھی تیر رکھے ہوئے تھے[17]۔ خانہ کعبہ کے اندر اور ارد گرد فتح مکہ کے موقع 360 بت موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ اپنے ہاتھوں سے ان کو منہدم کرتے جاتے اور یہ آیت تلاوت کرتے جاتے:

﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ [18]

"اور کہو کہ: حق آن پہنچا ہے اور باطل مٹ گیا اور یقیناً باطل کو تو مٹنا ہی تھا"۔

لَات

یہ بت اہل طائف کا مقدس ترین بت کہلاتا تھا۔ بنو ثقیف اس کے حد درجہ معتقد تھے۔ یہ ایک مربع شکل کی چٹان تھی۔[19] ابرہہ کا لشکر جب خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے جا رہا تھا تو راستے میں طائف پر گزر ہوا۔ اہل طائف نے اس لشکر کو اس شرط پر راہبر فراہم کیے کہ وہ ان کے لات بت کو کچھ نہ کہے۔ لات کے معنی میں اہل علم کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابن جریر طبریؒ کے نزدیک یہ لفظ، لفظ اللہ کی تانیث ہے۔ زمخشری کے نزدیک یہ لوی یلوی سے بنا ہے جس کا معنی ہے مڑنے اور جھکنے کے ہیں۔ چونکہ لوگ اس کی طرف جھکتے ہیں اس لیے اس کو لات کہا جاتا ہے۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ لفظ لت یلت سے مشتق ہے۔ اسی طرح ابن عباسؓ اور مجاہد کا بیان ہے کہ یہ اصل میں ایک شخص تھا جو ایک چٹان پر رہتا تھا جب وہ مرا تو اسی چٹان پر اس کا استھان بنایا گیا۔[20] قرآن کریم میں لات، منات اور عزیٰ نامی بتوں کا ذکر یوں آیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى (١٩) وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى (٢٠) أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثَى﴾ [21]

"بھلا کیا تم نے لَات اور عُزیٰ (کی حقیقت) پر بھی غور کیا ہے؟ اور اس ایک اور تیسرے جس کا نام منات ہے؟ کیا تمہارے لیے بیٹے ہوں اور اللہ کے لیے بیٹیاں؟ "

اہل عرب بیٹوں کو عزت، قوت و وقار تصور کرتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ در گور کیا کرتے تھے۔ اور اپنے لیے عار تصور کرتے تھے۔ مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے سوال کیا کہ اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور میرے لیے بیٹیاں۔ اس بت کو توڑنے کے لیے حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ کو بھیجا گیا۔ انہوں نے اسی توڑ کر نذر آتش کر دیا۔[22]

مَنات

اس بت کا مسکن مکہ اور مدینہ کے درمیان بحر احمر کے کنارے قُدَیر کے مقام پر تھا۔ اس بت کی خاص طور پر بنو خزاعہ، ارز، اوس اور خزرج پرستش کیا کرتے تھے۔ اس بت کا حج و طواف کے ساتھ ساتھ نذر کی قربانیاں چڑھائی جاتی تھیں۔[23] فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو منات بت کو مٹانے یا توڑنے کے بھیج دیا تھا۔[24]

عُزّیٰ

اس بت کا استھان مکہ اور طائف کے درمیان وادی نخلہ میں حراض کے مقام پر تھا۔ یہ قریش کی خاص دیوی تھی۔ عزیٰ عزت سے ہے اس کے معنی عزت والی کے ہیں۔ بنی شیبان اس کے مجاور تھے۔ قریش اور دیگر قبائل عرب اس کی زیارت کرتے اور نذرانے چڑھاتے۔[25] یہ وادی نخلہ میں درختوں کے ایک جھنڈ کی شکل میں تھا۔ مشرکین اپنے بچوں کے نام ان بتوں کے ناموں پر رکھتے تھے، زید لات، تیم لات اور عبد العزی وغیرہ[26]۔ اس بت کو ڈھانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید ؓ کو وادی نخلہ بھیجا اور فرمایا کہ وہاں تمہیں تین بیری کے درخت نظر آئیں گے، ان میں سے پہلے کو کاٹ دو۔ آپ گئے اور اس درخت کو کاٹ دیا۔ جن واپس آئے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم نے کیا چیز دیکھی فرمایا کچھ نہیں۔ آپ کو پھر روانہ کیا اور دوسری بیری کا درخت کاٹنے کا حکم دیا۔ آپ گئے اور وہ بھی کاٹ دیا۔ پھر واپس آئے حضور ﷺ نے پوچھا کیا دیکھا آپ نے پھر نفی میں جواب دیا۔ آپ ﷺ نے پھر روانہ کیا اور تیسرا درخت بھی کاٹ دیا تو آپؓ نے ایک عورت دیکھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور دانت نکلے ہوئے تھے۔ آپ نے اس پر تلوار سے وار کیا اور دو ٹکڑے کر دیے اور درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔[27]

بَعل

حضرت الیاسؑ کی قوم کا بت بعل تھا۔ اس کا مسکن سرزمین شام میں تھا۔ بعل کا معنی مالک، آقا، سردار اور شوہر کے بھی آتے ہیں۔ یہ ان کا سب سے زیادہ مشہور بت تھا۔ بعلبک شہر بھی اسی نام سے موسوم ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حجاز کا بت ہبل یہی بعل ہے۔ اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا بعل کا معنی سورج ہے یا مشتری[28]۔ کیونکہ اہل شام قدیم زمانے میں انہی کی پوجا کیا کرتے تھے[29]۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے کہ:

﴿أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ﴾[30]

کیا تم بعل کو پوجتے ہو اور اس کو چھوڑ دیتے ہو سب سے بہتر تخلیق کرنے والا ہے؟

اساف اور نائلہ

سیرت حلبیہ کا بیان ہے کہ قبیلہ جرہم کے زمانے میں ایک فاسق شخص تھا جس کا نام تھا اساف۔ اس نے ایک عورت سے جس کا نام نائلہ تھا، خانہ کعبہ کے اندر بوس و کنار کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ زنا کے مرتکب ہوئے۔ اس بے ہودگی کی وجہ سے یہ دونوں مسخ ہو کر پتھر کے ہو گئے۔ پھر ان دونوں کو وہاں سے ہٹا کر صفاء مروہ پر مقام عبرت کے لیے نصب کر دیا۔ جب عمرو بن لحی کا زمانہ آیا تو اس نے ان دونوں مجسموں کو وہاں سے اٹھا کر خانہ کعبہ کے گرد نصب کر دیا۔ دھیرے دھیرے اس کی پرستش کا آغاز ہوا۔[31] قریش خاص طور ان دو بتوں کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ان دونوں کا تقرب بھی حاصل کرتے اور قربانیاں بھی دیے کرتے۔ قریش ان دو بتوں کی قسم بھی اٹھایا کرتے تھے۔ سیرت ابن اسحاق میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ یہ ایک مرد اور ایک عورت تھے۔ جنہوں نے کعبہ میں بدفعلی کی، پھر ان کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا گیا۔[32]

قوم نوح کے بت

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد لوگوں نے درج ذیل پانچ نیک و صالح لوگوں کے بت بنائے۔ لوگ ان کی تعظیم کیا کرتے تھے اور ان بتوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں شفاعت کے طور پر پیش کیا کرتے تھے۔ اور ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔ طوفان نوح سے یہ بت بحر احمر ساحل سمندر کے قریب دب چکے تھے جن کو عمرو بن لحی نے نکالا اور اہل عرب کے قبائل میں تقسیم کیا اور ان کو عبادت کی دعوت دی۔[33] امام قرطبی نے احادیث اور دیگر اقوال سے واضح کیا ہے کہ یہ لوگ قوم کے صلحین میں سے تھے۔ ان کی وفات کے بعد لوگوں نے شیطان کے کہنے پر ان کی مورتیاں اور تصاویر بنائیں۔[34]

وَدّ

یہ بنی کلب کا معبود تھا۔ اس کا استھان دومۃ الجندل میں واقع تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔[35]

سُوَاع

قبیلہ ہذیل کی دیوی تھی۔ یہ عورت کی شکل میں بنایا گیا تھا۔[36]

یَغُوث

یہ قبیلہ مذحج کا معبود تھا۔ مذحج والوں نے یہ بت یمن اور حجاز کے درمیاں نصب کیا تھا۔ جس کی شکل شیر کی تھی۔ قریش کے ناموں میں ایک نام عبد یغوث ملتا ہے۔[37]

یَعُوق

یہ قبیلہ مراد یا ہمدان کا معبود تھا۔ ان کا بت گھوڑے کی شکل کا تھا۔[38]

نَسر

یہ قبیلہ حمیر کا بت تھا۔ بلخ کے مقام پر یہ نصب کیا گیا تھا۔ اس کی شکل گِدھ کی تھی۔[39]

بتوں کے بارے میں اہل عرب کے عقائد

اہل عرب اپنے بتوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی متصور کرتے تھے۔ تخلیق کائنات کے بارے میں اہل اللہ تعالیٰ کو ہی خالق ومالک مانتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ بتوں کو وہ تقرب الی اللہ کے لیے تعظیماً پرستش کیا کرتے اور ان کے لیے قربانیاں کیا کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُم مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ﴾ [40]

"اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ یہ زمین و آسمان کس نے تخلیق کیے ہیں اور کس نے سورج اور چاند کو فرماں بردار بنادیا ہے تو یہ ضرور بالضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے"۔ اسی طرح بارش کے بارے میں بھی ان کا یہی عقیدہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی نازل کرتا ہے۔[41]

اسی طرح قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ [42]

"ہم ان کی عبادت محض اس لیے کر رہے ہیں کہ یہ محض ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے"۔

اسی طرح ہر بت کو انہوں نے کسی نہ کسی کام کے لیے مختص کیا ہوا تھا، کوئی بت بارش برسانے کے لیے کوئی رزق عطا کرنے کے لیے، کوئی اولاد نرینہ دینے کے لیے، کوئی دشمن پر فتح عطا کرنے کے لیے۔[43]

حوالہ جات

[1] ابوالمنذر ھشام بن محمد، ابن الکلبی، کتاب الاصنام، تحقیق: احمد زکی باشا، دار الکتب المصر والقاہرۃ، ص:8 و الازہری، پیر کرم شاہ، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہو، کراچی پاکستان، جون 2015ء، ج1، ص:8

[2] مبارک پوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، مکتبہ السلفیہ، لاہور پاکستان، ص:61

[3] شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، دار الاشاعت اردو بازار کراچی، طبع 1985ء، ج1، ص:81

[4] مبارک پوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، مکتبہ السلفیہ، لاہور پاکستان، ص:47

[5] حلبیہ، علی بن برہان الدین، سیرت حلبیہ، مترجم محمد اسلم قاسمی، دار الاشاعت کراچی، ج1، ص:62

[6] ابوالمنذر ہشام بن محمد، ابن الکلبی، کتاب الاصنام، تحقیق: احمد زکی باشا، دار الکتب المصر والقاہرۃ، ص:8 و الازہری، پیر کرم شاہ، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہو، کراچی پاکستان، جون 2015ء، ج1، ص:317

[7] الازہری، پیر کرم شاہ، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہو، کراچی پاکستان، جون 2015ء، ج1، ص:319

[8] مبارک پوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، مکتبہ السلفیہ، لاہور پاکستان، ص:57

[9] ابن خلدون، عبد الرحمن، العبر وديوان المبتدأ والخبر في تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوي الشأن الأكبر، ناشر دار الفكر، بیروت، الطبعة: الأولى، ١٤٠١ھ- ١٩٨١م، ج2، ص:376

[10] حلبیہ، علی بن برہان الدین، سیرت حلبیہ، مترجم محمد اسلم قاسمی، دار الاشاعت کراچی، ج1، ص:62

[11] ایضاً، ص:63

[12] محولہ بالا

[13] نوح:23

[14] حلبیہ، علی بن برہان الدین، سیرت حلبیہ، مترجم محمد اسلم قاسمی، دار الاشاعت کراچی، ج1، ص:65

[15] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قصہ خزاعہ، رقم الحدیث:3521

[16] آحمد الحلبي، علي بن ابراهيم، السيرة الحلبية (انسان العيون في سيرة الامين المأمون)، ناشر دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الثانية- ١٤٢٧ھ، ج1، ص:19

[17] الازہری، پیر کرم شاہ، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہو، کراچی پاکستان، جون 2015ء، ج1، ص:319

[18] الاسراء:81

[19] علمی و تحقیقی مجلہ المیزان، جلد1، شمارہ1، Chen Tiantang، Asma Saeed، ص:130

[20] المودودی، سید ابو الاعلیٰ، سیرت سرور عالم، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، اکتوبر 2013ء، ج1، ص:574

[21] النجم:19، 20 اور 21

[22] الازہری، پیر کرم شاہ، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہو، کراچی پاکستان، جون 2015ء، ج1، ص:322

[23] حلبیہ، علی بن برہان الدین، سیرت حلبیہ، مترجم محمد اسلم قاسمی، دار الاشاعت کراچی، ج1، ص:66

[24] الازہری، پیر کرم شاہ، ضیاء النبی، ج1، ص:320

[25] المودودی، سید ابو الاعلیٰ، سیرت سرور عالم، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، اکتوبر 2013ء، ج1، ص:575

[26] الازہری، پیر کرم شاہ، ضیاء النبی، ج1، ص:320

[27] ایضاً ج1، ص:322 اور 323

[28] المودودی، سید ابو الاعلیٰ، سیرت سرور عالم، ج1، ص:577

[29] ایضاً، ص:576

[30] الصافات:125

[31] حلبیہ، علی بن برہان الدین، سیرت حلبیہ، مترجم محمد اسلم قاسمی، دار الاشاعت کراچی، ج1، ص:67

[32] محمد بن اسحاق، سیرۃ ابن اسحاق (کتاب السير والمغازي)، ناشر دار الفكر بيروت الطبعة الأولى ١٣٩٨ھ- /١٩٧٨م، ص:24

[33] شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ، معجم البلدان، ناشر دار صادر، بیروت، الطبعة: الثانية، ١٩٩٥م، ج5، ص:367

[34] القرطبي، محمد بن احمد، الجامع لاحكام القرآن، ناشر دار الكتب المصرية القاهرة، الطبعة: الثانية، 1384ھ - 1964 م، ج18، ص:307و308

[35] ابو المنذر ھشام بن محمد، ابن الکلبی، کتاب الاصنام، تحقیق: احمد زکی باشا، دار الکتب المصرو القاهرة، ص:55

[36] المودودی، سید ابو الاعلیٰ، سیرت سرور عالم، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ج1، ص:576

[37] ایضاً

[38] ایضاً

[39] ایضاً

[40] العنکبوت:61

[41] ایضاً:63

[42] الزمر:3

[43] الازہری، پیر کرم شاہ، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہو، کراچی پاکستان، جون 2015ء، ج1، ص:323